مرکے بھی زندۂ جاوید ہوجاتے ہیں۔

مرثیے میں آمد، سراپا، رجز، تلوار، گھوڑا اور جنگ، یعنی مرثیے کے اکثر اجزا کو لاتے ہیں انتہائی ذہانت اور بہت زیادہ بلند فکری کا اظہار کرتا ہے۔ بحیثیت مجموعی، جرأت و بسالت، راہِ اسلام میں شہادت حاصل کرنے کا ڈھنگ اور دعوتِ دین کے لیے موت کی راہ سے گذر کر پیغام کو عام کرنے کا منصوبہ دیکھنے کے قابل ہے۔ یہ مرثیہ رونے والوں کے لیے ذریعۂ حصول ثواب ہونے کے ساتھ ساتھ جواں ہمتی، بلند نگاہی، اسلام کی خاطر دلیرانہ جنگ کا سبق ہے۔

ایک سو اٹھاون بند ہیں جن میں ۱۳۰ رزم و حماسہ دلیری و بلند کرداری پر ہیں اور ۲۸ بند المیہ، بکائیہ اور بینیہ ہیں۔ اس لیے ادب اور جوان نسل کے لیے ادب برائے زندگی کا یہ نفیس تحفہ توجہ طلب ہے

ہمارے سامنے اس مرثیے کی دو روایتیں تھیں ایک مرزا محمد جعفر اوج کا مہیا کردہ مرثیہ اور ایک سرفراز حسین خبیر کا شائع کردہ متن "سبع مثانی" میں ایک سو چوالیس اور متن دفترِ ماتم جلد ششم (مطبوعہ، مطبع جعفری لکھنؤ، سنہ ندارد) میں ایک اکسٹھ بند ہیں ہم نے دونوں روایتوں کو یکجا کرکے ایک سو انسٹھ بند متن میں، باقی اختلافات حاشیہ اور تعلیقات میں درج کر دیے ہیں۔

مرثیہ:

کوفے میں بہار آئی جو گلگشت چمن کو

۱۵۹ بند

درحالِ مسلم

۱ کوفے میں بہار آئی جو گل گشت چمن کو   شرمانے لگا رنگِ زمیں چرخ کہن کو
رگ رگ سے ملی نبضِ رواں گل کے بدن کو   لالے نے کیا کھل کے سبک لعلِ یمن کو
ہر سرو بنا شکلِ زبان شوقِ سخن میں
فوارے دُرافشاں ہوئے تعریفِ چمن میں

۲ وہ موسمِ گل رنگ پہ کوفے کے چمن میں   شبنم تھی کہ تھے موتیوں کے ڈھیر عدن میں
دنداں نظر آنے لگے غنچے کے دہن میں   بلبل کی طرح جان پڑی گل کے بدن میں
پر بلبلِ بُستانِ نجف مرثیہ خواں تھا
زہراؑ کا چمن فصلِ بہاری میں خزاں تھا

۳ سلطانِ بہاری نے تجمّل[1] جو دکھایا   ابر آگئے نقارہ سلامی کا بجایا
ہر برگ سے گل دستِ ادب باندھ کے آیا   رومال شگوفے نے غلامانہ ہلایا
بیتاب نے بوسہ دیا جو گل کی جبیں پر
تسبیح گری زاہدِ شبنم کی زمیں پر

۴ گلشن میں ہوا تخت نشیں شاہِ بہاری   پوشاکِ[2] مرصّع تنِ رنگیں پہ سنواری
فرمان کیا نہر کے جاسوس پہ جاری   لا بڑھ کے خبر چاہ نہیں کس کو ہماری
قبضے میں وہ ملک آئے جو محکوم خزاں ہو
سکّہ اسی شاہی کا زمانے میں رواں ہو

۵ پھر کے قلم فردِ[3] نگہداشت اٹھالی   لالے کے شگوفے کی دوات اس نے نکالی
نامِ گل و سبزہ سے رہی فرد نہ خالی   بیمار تھی نرگس پہ لکھی اس کی بحالی
احکام کے پابند ملازم جُزو گُل تھے
تھے سرو پیادوں میں تو اسواروں میں گُل تھے

۱۸ لکھے ہیں یہ خط کوفیوں نے، اے شہِ ابرار   سرسبز ہیں گلزار، ثمر لائے ہیں اشجار
بے آب پڑا ہے مگر ایمان کا گلزار   جلد آؤ، شتاب آؤ، کہ مشتاق ہیں دیندار

مضطر کلمہ گو ہیں، عنایت نہ کرو گے؟!
کیا امّتِ عاصی کی ہدایت نہ کرو گے

۱۹ گذری ہے نگاہِ شہِ والا سے یہ تحریر   قاصد ملک الموت ہے، خط ہے خطِ تقدیر
صغرا سے جدا ہو چکے اب جاتے ہیں شبیرؑ   دیتی ہے بقیعہ سے ندا، فاطمہؑ دل گیر

دل بندوں کے رونے کو بصد آہ چلوں گی
اے لال مرے! میں ترے ہمراہ چلوں گی

۲۰ غش آ گیا ہے قبر میں نانا کو تمہارے   بالینِ لحد آ کے پکارو، اُنہیں پیارے
رخصت کا پڑھو فاتحہ مدفن پہ ہمارے   پھر تم نہیں آنے کے جواب یاں سے سدھارے

روکے گی نہ زہراؑ، کہ رضا حق کی یہی ہے
اس ماں نے بھی تو صبر ترے قتل پہ کی ہے

۲۱ مرقد پہ نبیؐ کے جو گئے سیدِ والا   کیا سنتے ہیں اُس قبر میں کہتی ہے یہ زہراؑ
لو ہوش میں آؤ، کہ حسینؑ آیا ہے بابا!   ہے شیرِ الٰہی کی بھی فریاد یہ پیدا

بابا مرے کیا سوتے ہو مُنہ ڈھانپے کفن سے
شبّیر مرا آج نکلتا ہے وطن سے

۲۲ رو رو کے یہ کہنے لگا زہراؑ کا مسافر   نانا ترے روضے کا مجاور بھی ہے حاضر
سر دینے کو جاتا ہوں گنہ گاروں کی خاطر   تربت سے ندا آئی، "خدا حافظ و ناصر"!

روکوں تو شفاعت کی سند پا نہیں سکتا
واں جانے ہو پیارے کہ میں ٹھہرا نہیں سکتا

۲۳ شبیرؑ نے عمامہ کو پھر قبر پہ رکھا   ہاتھوں کو اٹھا کر یہ کہا بارِ الٰہا
اس خاک میں جو نور ہے اس نور کا صدقا   دل اپنا رہے گردِ کدورت سے مبرّا

اُمّت کی بدی مجھ کو نہ کوئی نظر آئے
آنکھوں سے سوا تیرے نہ کوئی نظر آئے

۲۴ درکار نہیں مجھ کو جہاں کا سر و ساماں   بے سر ترے دربار میں آؤں یہ ہے ارماں
دنیا سے کفن کا بھی نہ لوں سر پہ میں احساں   عریاں ہی اٹھوں، آیا تھا دنیا میں بھی عریاں

رحمت تری لاشے پہ مرے سایہ فگن ہو
عریاں بدنی میں یہی بندہ کا کفن ہو

۲۵ تن خاک میں مل جائے، تو سر اوجِ سناں پائے   معراج نبیؐ کے کلمہ گویوں کو دکھلائے
تربت سے مری دل میں کسی کے نہ غبار آئے   تسبیح بنے اور تری تسبیح پڑھی جائے

تاثیر ترے عشق کی یہ بعدِ فنا ہو
شبّیرؑ جو ہو خاک بھی تو خاکِ شفا ہو

۲۶ مقتول ہوا اٹھارہ برس کا مرا بیٹا   پر میں نہ کروں قتل جواں لال کسی کا
رخسارِ سکینہ کا دکھے اے مرے مولا   بن باپ کی بیٹی کو نہ ماریں میں طمانچا

گو شمر کا دُرّہ مرے دلدار پہ اٹھے
پر ہاتھ نہ میرا کسی ناچار پہ اٹھے

۲۷ پر میں نہیں کہتا نہ ہو اصغرؑ ہدفِ تیر   پر قتل نہ ہو ہاتھ سے میرے کوئی بے شیر
پہنے مرا سجادؑ حزیں طوقِ گلوگیر   لیکن نہ ستائے کسی بیمار کو شبّیرؑ!

مرنے پہ مرے ہونٹ کھلیں چوبِ جفا سے
لیکن نہ زباں بند ہو امّت کی دعا سے

۲۸ کونین کو رُلوا دیا مولا کی دعا نے   آمین کہی قبر میں محبوبِ خدا نے
مقبول دعاؤں کو کیا ربِّ عُلا نے   پھر واں سے گئے تربتِ زہراؑ کے سرہانے

تعویذِ گلوئے نبوی ہاتھ بڑھا کے
رو رو کے گرا قبر کے تعویذ پہ جا کے

۲۹ جب سینہ اٹھاتے تھے لحد سے شہِ والا   مرقد سے ندا آتی تھی پھر مجھ سے لپٹ جا
رو رو کے بقیعہ میں تڑپتی رہی زہراؑ   کعبہ کو مدینے سے چلا قبلۂ دنیا

پیغامِ قضا پہنچے شہِ دیں جدھر آئے
سب منزلوں میں قاصدِ کوفہ نظر آئے

۳۰ سُوّم تھی رجب کی جو مدینہ ہوا ویراں — داخل ہوئے کعبے میں تو تھی چارُمِ شعباں
پہنچا یہ خطوط آئے بہم کوفیوں کے واں — فرمانے لگے ایلچیوں سے شہِ ذی شاں

اللہ بہت فرقۂ دیندار ہے مشتاق
ہاتف نے کہا شمر کی تلوار ہے مشتاق

۳۱ ہر قاصدِ کوفہ نے یہ کی عرض کہ یا شاہ! — آنکھیں ہیں بچھائے ہوئے دیں دار سرِ راہ
حضرت نے کہا: مکر و دغا تو نہیں کچھ، آہ — کانوں پہ رکھے ہاتھ، وہ بولے کہ "نہ واللہ"!

حضرت نے کہا خیر دغا ہے کہ وفا ہے
کوفے ہی میں بن باپ کا شبیر ہوا ہے

۳۲ پھر زیب دہِ رکنؑ و مقام اُٹھ کے ہوئے شاہ — کچھ مشورہ خالق سے کیا کھینچ کے اک آہ
لکھا وہی نامے میں جو تھی خواہشِ اللہ — مسلم کو نیابت کا دیا مرتبہ و جاہ

رتبے میں رسولوں کے برابر ہوئے مسلم
پیغامبرِ سبطِ پیغمبر ہوئے مسلم

۳۳ خط دے کے یہ مسلم سے کہا شہ نے کہ جاؤ — یثرب تو چھٹا مکے سے بھی ہاتھ اٹھاؤ
امت کہیں گمراہ نہ ہو کام بناؤ — تلقین کرو حال بد و نیک بتاؤ

ہے رحم ہی لازم جو ہو بیداد و ستم بھی
تم سوئے بہشت آگے چلو آتے ہیں ہم بھی

۳۴ کعبے سے چلا ایلچیِ نائبِ حیدرؑ — ہمراہ ہوئے ان کے دو فرزند خوش اختر
سعدینؑ سے ثابت تھا قرانِ مہِ انور — مسلم نے بہ اُجرت لیے ساتھ اپنے دو رہبر

نے حق تھا فراموش، نہ تھے شاہ فراموش
پر گردشِ تقدیر نے کی راہ فراموش

۳۵ واردؑ ہوئے اُس بادیہ میں ششدر و حیراں — جو گرم تھا صحرائے قیامت سے دو چنداں
تھا نام مُضیق اُس کا میانِ عربستاں — اسپند جو ذرے تھے تو مجمر تھا بیاباں

حیراں عقبِ راہنما جاتے تھے مسلم
لیکن رہِ مقصد نہ کہیں پاتے تھے مسلمؑ

۳۶ مسلم کے جگر گوشے زباں اپنی نکالے — کہتے تھے: بڑی پیاس ہے، اللہ بچا لے
بابا! ہمیں اس دھوپ سے دامن میں چھپا لے — اللہ کرے ماموں ہمیں پاس بلا لے

دل ٹکڑے ہوا جاتا ہے خشکیِ زباں سے
پہنچا دو ہمیں والدہ کے پاس، یہاں سے

۳۷ پانی بہت ان رہبروں نے دشت میں ڈھونڈا — جز موجِ سرابؑ اور ہوئی موج نہ پیدا
تھی ریگ رواں، بہتا تھا یا آگ کا دریا — جلتے تھے قدم، تپ رہا تھا جادۂ صحرا

جز آبلہ اک قطرہ نہ پانی کا کہیں تھا
تھا آب بھی تو آبلہ میں پردہ نشیں تھا!

۳۸ لکھا ہے سرِ راہِ عدم آ گئے رہبر — بے آب قضا کر گئے جنگل میں تڑپ کر
بچوں کو لیے آگے بڑھے مُسلمِ مضطر — اک چشمہ ملا راہ میں، پر لب نہ کیے تر

بچوں سے کہا پیاس ہی میں لطف بڑے ہیں
دو مُردے مسلمانوں کے بے غسل پڑے ہیں

۳۹ کیا رحم ہے، اُن مردوں کو خود جا کے اُٹھایا — یاں لا کے دیا غسل، کفن رو کے پنھایا
قبلہ رخ انھیں خاک کے بستر پہ لٹایا — جنگل میں نشاں گورِ غریباںؑ کا بنایا

بخشا تھا یہ رحم ان کو جنابِ اَحَدی نے
جب اپنی اجل آئی خبر لی نہ کسی نے

۴۰ پھر کھینچ کے مدؑ، شاہ کو عرضی میں یہ لکھا، — اے شمعِ حرم، دُرِّ نجف، قبلۂ بطحا!!
پیاسے موئے رہبر، نہ ملا پانی کا قطرا — آغاز یہ ہے دیکھیے انجام سفر کا

بندے کو معاف آپ کریں یاں سے بلا لیں
حضرت بھی قدم کعبے سے باہر نہ نکالیں

۴۱ * جس دم یہ عریضہ نظرِ شاہ سے گذرا — رو کر کہا زینب سے: میں تدبیر کروں کیا
مسلم کو تو جانے میں پس و پیش ہے بھینا — وہ بولیں کہ بیٹے مرے موجود ہیں، آقا!

کم سن ہیں تو ہوں دعوتِ اسلام کریں گے
یہ آپ کے اقبال سے سب کام کریں گے

۴۲ ٭ عباسِ دلاور نے یہ کی عرض کہ آقا!   بندے کو نہ کیوں بھیجیے، ہے عینِ تمنّا
بس دستخطِ خاص سے لکھ دیجیے اتنا   نائب نہیں آتا ہے غلام آتا ہے میرا
اک ایک سے بیعت شہِ والا کی میں لوں گا
سو فخر ہیں، گر جان تری راہ میں دوں گا

۴۳ شہ بولے: ابھی سے نہ کمر توڑو یہ کہہ کر   دسویں کو محرم کی جدائی ہے مقرّر
مسلم کو لکھا: ناصرِ دیں، جانِ برادر   یاں آنے سے تبدیل نہیں ہوگا مقدّر
جاں ایک ہے موت ایک، خدا ایک ہے بھائی
امت کے لیے تو یہ سفر نیک ہے بھائی

۴۴ فرماں دہِ کونین کا پہنچا جو یہ فرماں   مسلم طرفِ کوفہ چلے خرّم و شاداں
وارد جو ہوا کوفے میں وہ صاحبِ ایماں   مہمانیِ مسلم کا ہوا شہر میں ساماں
افسوس غریبی پہ حسینؑ ابنِ علیؑ کی
اک دن بھی ضیافت نہ ہوئی سبطِ نبیؐ کی

۴۵ کوفے میں وکیلِ شہِ جن و بشر آیا (مطلع)   اک شور اٹھا: "مسلمِ عالی گہر آیا"
کعبے کی طرف سے خضرِ نام ور آیا   بخشش کو ملی راہ کہ یہ راہبر آیا
اب چشمۂ حیواں[۲۳] پہ پہنچ جائیں گے پیاسے
گھر بیٹھے ملا خضرؑ ہمیں فضلِ خدا سے

۴۶ ہر جلسے میں مشتاق یہ سب کہتے تھے رو رو   کب آئیں گے یاں قبلہ و کعبہ کی خبر دو
اللہ کرے عیدِ[۲۴] محرم کی یہیں ہو   فرماتے تھے مسلم، تم انھیں آیا ہی سمجھو!
تم سب میں محبت جو ہوا پاتے ہیں مولا
بچوں کو بھی ہمراہ لیے آتے ہیں مولا

٭ ان دونوں بندوں کو دوبارہ ایک بند میں بدلا ہے:
دیکھا یہ عریضہ تو نہ سنبھلا دلِ پُرغم   رو کر کہا: اب کون سی تدبیر کریں ہم؟
عباس نے کی عرض: نثارِ شہِ عالم   موجود یہ خادم ہے، روانہ ہو اسی دم؟
لکھ دیجیے پہنچانے پیام آتا ہے میرا
نائب نہیں آتا ہے غلام آتا ہے میرا

۴۷ اب لکھتے ہیں یوں واقعۂ مسلمِ ذی جاہ   پچیس ہزار آئے تھے بیعت میں کہ ناگاہ
نازل ہوا واں مثلِ بلا ابنِ زیاد، آہ   منبر پہ پڑھا بزم میں یہ خطبۂ جانکاہ
ہاں سب ہوں مشرف[۲۵] مری بیعت کے شرف سے
حاکم ہوں میں یاں، شام کے حاکم کی طرف سے

۴۸ مسلم کو جو مہمان کرے وہ ہے گنہ گار   زندہ ابھی چن دوں گا میں اس کو تہِ دیوار
سن لوں گا اگر بیعتِ شبیر کا اقرار   میں ہاتھ سے اپنے اسے کھینچوں گا سرِ دار
مسلم کو وہ ایذائیں دوں حاکم کی مدد سے
رونے کی صدا آئے محمدؐ کی لحد سے

۴۹ مسلم نے بھی یہ سن لیا لبعضوں کی زبانی   جز خانۂ ہانی[۲۶] نہ پناہ آپ نے جانی
ہانی کو یہ ایماں کا ملا گنجِ نہانی   دربار میں حاکم کے طلب ہو گئے ہانی
بے رحموں نے زخم اس تنِ لاغر پہ لگائے
دُرّے کئی سو پشتِ مطہّر پہ لگائے

۵۰ جب پڑتا تھا دُرّہ تو وہ یہ کرتا تھا تقریر   یا احمدؐ و زہراؑ و علیؑ شبّرؑ و شبیرؑ
شاہد تمھیں رہنا کہ مری کچھ نہیں تقصیر   الفت میں تمھاری مجھے ملتی رہی تعزیر
آتی تھی ندا ہم کو بھی ہانی ترا غم ہے
ہم پنجتنِ پاک پہ یہ ظلم و ستم ہے

۵۱ وہ کہتا تھا: مسلم کو ابھی تجھ سے میں لوں گا   دے گا جو نہ کیا قتل اسی وقت کروں گا
یہ کہتا تھا سر دوں گا پہ مسلم کو نہ دوں گا   اس امر پہ راضی نہ ہوا ہوں نہ میں ہوں گا
بے شرم مسافر پہ ترس کھانا ہے لازم
مرجانہ کے بیٹے تجھے مرجانا ہے لازم

۵۲ کر قطع زباں، ہاتھ اٹھاتا ہوں میں جاں سے   واللہ نہ مسلم کا نشاں دوں گا زباں سے
گو پتلیاں آنکھوں کی تو کھینچے گا سناں سے   پر آنکھ نہ پھیروں گا میں فخرِ دو جہاں سے
مسلم کا نشاں کافر و ظالم کو بتاؤں؟
ہو جاؤں جو میں خاک نہ مسلم کو بتاؤں

۵۳ یاں رشتۂ بیعت کو ستم گاروں نے توڑا　　دل حق سے، قدم غدر سے، رخ قبلے سے موڑا
ایماں کی طرح نائبِ شبیر کو چھوڑا　　فتنے کی کماں شاد ہوئی، تیر وہ جوڑا
مسلم شبِ تاریک میں مغموم و حزیں تھے
پردیس میں فرزند کہیں، آپ کہیں تھے

۵۴ وہ شہرِ پُرآفت، وہ تلاطم، وہ شبِ تار　　جلاد کمیں گاہ میں، دشمن در و دیوار
برگشتہ زمین و فلک و کوچہ و بازار　　پھرتا تھا وکیلِ شہِ دیں بےکس و بےیار
بیٹھے کہیں تھک کر تو اجل سر پہ کھڑی تھی
اک سر پہ زمانے کی بلا ٹوٹ پڑی تھی

۵۵ کوفے میں جو پابندِ بلا ہو گئے مسلم (مطلع)　　سرگشتۂ صحرائے جفا ہو گئے مسلم
بچوں سے بھی غربت میں جدا ہو گئے مسلم　　صدموں سے طلبگارِ قضا ہو گئے مسلم
ہر روز مسافر کے لیے دربدری تھی
ہر شام کو عمر اُن کی چراغِ سحری تھی

۵۶ اک دوست جو ہانی تھا ہوا قید وہ غمخوار　　پھر گھر میں نہ رہنے کا ہوا کوئی روادار
فاقوں سے جو لغزش تھی قدم کو دمِ رفتار　　چپکے سے یہ کہتے تھے کہ "یا حیدرِ کرار!
ہر کوچے میں غل تھا کوئی غیر آنے نہ پائے
ہاں بھیجیو مسلم کو، کہیں جانے نہ پائے"

۵۷ عاشورِ محرم کو ہوئی شہ پہ جو آفات　　تنہائی تھی مسلم پہ وہی کوفے میں ہیہات
پر فرق ہے اتنا کہ وہاں دن تھا یہاں رات　　روتی ہوئی تھی فاطمہؑ کی روح فقط ساتھ
زینب وہاں غمخوارِ شہِ عرش نشیں تھی
یاں خواہرِ مسلم بھی نہ مسلم کے قریں تھی

۵۸ وارد ہوا ناگاہ درِ طوعہؓ پہ ششدر　　تسبیح بکف ذکرِ خدا میں تھی وہ در پر
حضرت نے کہا خشک زباں اپنی دکھا کر　　"نذرِ پسرِ فاطمہؑ اک پانی کا ساغر
احسان کر اللہ و پیمبر کا تصدق
پانی دے مجھے ساقیِ کوثر کا تصدق"

۵۹ طوعہ گئی اور جامِ لبالب دیا لا کر　　حضرت نے پیا بیٹھ کے دروازے کے اوپر
پھر کوزے کو وہ رکھ کے جو یاں آئی مکرر　　دیکھا کہ ہیں بیٹھے ہوئے زانو پہ دھرے سر
دل میں کہا، اس شہر میں یہ گھر نہیں رکھتا
ہے عالمِ غربتؑ، کوئی یاور نہیں رکھتا

۶۰ آخر کہا طوعہ نے کہ "اے بےکس و تنہا　　بس پی چکا پانی، مرے دروازے سے اٹھ جا
تو دیکھتا ہے شہر میں کیا فتنہ ہے برپا　　جا گھر میں، تردد ترے ناموس کو ہوگا
اس وقت میں ہر اک سے کنارہ ہی بھلا ہے
تو نے بھی سنا ہوگا جو ہانی پہ بلا ہے"

۶۱ اٹھ جانے کو طوعہ نے کہا جبکہ کئی بار　　کعبے کی طرف مڑ کے یہ کرنے لگے گفتار
یا سبطِ نبیؐ ہم بھی ہیں کیا بےکس و ناچار　　دروازے پہ رہنے کا نہیں کوئی روادار
اس رات کی رات اور تباہی ہم اٹھا لیں
نانا سے کہو، کل ہمیں جنت میں بلا لیں

۶۲ پھر دیکھ کے طوعہ کی طرف، بولے یہ رو کر　　گھر ہوتا اگر، کاہے کو یوں بیٹھتے در پر
یاں اپنے لیے فکر کسے ہوئے گی خواہر　　زینب ہے، نہ بانو ہے، نہ زوجہ ہے نہ دختر
شبیر جدا ہم سے ہیں، عباس جدا ہیں
تنہا تری بستی میں گرفتارِ بلا ہیں

۶۳ حیرت ہوئی طوعہ کو، یہ بولی وہ حق آگاہ　　شبیرؑ ترے کون ہیں؟ اے بندۂ اللہ
رو کر کہا: سردار ہیں آقا ہیں، شہنشاہ　　وہ بولی: تو کیا آیا تھا مسلم ہی کے ہمراہ؟
شرما کے کہا: وہ وطن آوارہ میں ہی ہوں
مسلم جسے کہتے ہیں، وہ بےچارہ میں ہی ہوں

۶۴ ہاتھوں کو بڑھا کر یہ پکاری وہ خوش ایماں　　تو نائبِ شبیر ہے، اے میں ترے قرباں
اے موت کے مہماں، تو مرے گھر میں ہو مہماں　　آوازِ بتول آئی، خدا پر ہے یہ احساں
مسلم کو تو حجرہ دیا اُس اہلِ وفا نے
بخشا اسے فردوس کا گلزار خدا نے

۶۵ لکھا ہے نویں رات تھی، ذوالحجہ کی یہ آہ — مسلم نے کفن دھو کے معطّر کیا ناگاہ
سر سجدہ میں، لب ذکر میں اور دل سوئے اللہ — جب آتی تھی طوعہ تو یہ وہ کہتا تھا ذی جاہ
فردوس کی خنجر کے تلے دید کریں گے
کل عرفےؑ کو قربانی کی ہم عید کریں گے

۶۶ ناگہ پسرِ طوعہ نے یہ تذکرے سن پائے — کی فکر شقی نے، کہیں گھر بار نہ لٹ جائے
کچھ شب تھی کہ حاکم کو خبر اُس نے یہ دی ہائے — مسلم مرے گھر میں ہے کوئی جا کے پکڑ لائے
دی اس نے ندا فوج کمر باندھ کر آئے
ہاں صبح نہ پیدا ہو کہ مسلم کا سر آئے

۶۷ لشکر کی ہوئی خانۂ طوعہ پہ چڑھائی — مسلم نے یہاں جائے نماز اپنی اٹھائی
ہمسائیوں کو طوعہ نے آواز سنائی — مہمان مرا مرنے کو جاتا ہے دُہائی
گھر طوعہ کا گھیرا گیا مہمان کی خاطر
چوگرد یہ انبوہ ہے اک جان کی خاطر

۶۸ اے شیعو، مسافر کی مدد کرنے کو آؤ — اے مومنو، حیدرؑ کے بھتیجے کو بچاؤ
قرآن کو دو بیچ میں سوگند بھی کھاؤ — یہ کعبے کو پھر جاتا ہے، لشکر کو ہٹاؤ
یہ حیدرِ کرّارؑ کے بھائی کا خلَف ہے
شہر اس کا بھی مکہ ہے، مدینہ ہے، نجف ہے

۶۹ در پہ یہ ہوا کیوں ابنِ زیاد اس کا گنہ کیا — یہ کوئی نہیں، لو وہی حاکم سہی اچھا
لشکر نہیں، حشمت نہیں، پھر بُغض یہ کیسا — بیعت بھی تو بے چارہ کسی سے نہیں لیتا
کیوں لڑنے کو سب آئے ہیں یہ کس سے لڑا ہے
بے چارہ مرے حجرے میں فاقے سے پڑا ہے

۷۰ پھر تھام لیا مسلمِ مظلوم کا داماں — کہتی تھی، نہ جاؤ میں ترے صدقے ترے قرباں
حاکم کو میں دے لوں گی جواب اے مرے مہماں — لونڈی نہیں زہراؑ کی جو قدموں پہ نہ دوں جاں
مہمان مرے گھر سے نکل کر جو مرے گا
زہراؑ اسے مجھے حشر میں شرمندہ کرے گا

۷۱ مسلم نے کہا ضامنِ جنت ہوں میں تیرا — قرآن کی ہے لونڈی تو رضا دے پئے زہراؑ
پھر دھیان میں بیٹوں کے یہ رو کر ہوئے گویا — پردیسیو، بابا نے خدا کو تمہیں سونپا
ہم مر کے یہاں بے کفن و گور رہیں گے
سر کٹ کے بدن پیاروں کے دریا میں بہیں گے

۷۲ تھا مہرؑ ابھی زینِ فلک پر نہ مزیّن — پُر نور جو مسلم نے کیا زین کا دامن
اب نیّرِ الہام سے ہوتا ہے یہ روشن — ذاکر تری تائید کو قدسی ہیں معیّن
واجب تجھے شبیر کے نائب کا ادب ہے
مسلم کا سراپا جو نہ لکھے تو عجب ہے

۷۳ بیٹھے ہوئے ہیں سب یہ محبِّ شہِ ابرار — پر خستہ دل طولِ سخن سے نہیں زنہار
سب مدح کو موجود ہیں، سب رونے کو تیار — مسلم کے تو شبیر ہوئے پہلے عزادار
الفت جو بہت ہے انھیں زہراؑ کے خلف سے
تھامی شہِ مرداں نے رکاب آ کے نجف سے

۷۴ ہاں مُشتریانِ قمرِ برجِ فصاحت — ہاں، جوہریانِ دُرِ معنیِ بلاغت
بس قدر شناسی ہے مری نظم کی قیمت — حق بخشے گا قصرِ دُرِ یک دانۂ جنت
وہ صاف بیاں ہو کہ گہر نظروں سے گر جائے
مسلم کی سواری کا سماں آنکھوں میں پھر جائے

۷۵ تاریخ نہم، صبحِ شہادت ہے نمودار — رہوار پہ اسوار ہے وہ بے کس و بے یار
ہر چار طرف سے ہیں احاطہ کیے کفّار — گرداب میں ہے دُرِّ گراں مایۂ اسرار
ظلمات میں یہ خضر بیابانِ بلا ہے
یا دائرہ میں نقطۂ انوارِ خدا ہے

۷۶ کہتے ہیں جسے روح، وہ کیا ہے؟ بدن ان کا — مشہور ہے جو حُسن، وہ ہے پیرہن اِن کا
رضواںؑ کا شرف یہ ہے کہ ہے ہم وطن اِن کا — عیسیٰؑ دہن اِن کا ہے، خضرؑ ہے سخن اِن کا
عُقبیٰ کے جو درجے ہیں وہ پاؤں کے تلے ہیں
دُنیا صفتِ نقشِ قدم چھوڑ چلے ہیں

۷۷ چہرہ قمرِ ستانِ تجلیِ خدا ہے — طلعت وہ لوحِ دلِ ہر اہلِ صفا ہے
یہ غیب کا آئینۂ اسرار نما ہے — آئینۂ اسکندرِ رومی یہاں کیا ہے

یہ رخ جو ہو پر تو فگن آئینے کے اندر
پھر آئینہ وزنگ ہیں ہوسِ سکندر

۷۸ روشن ہے رخِ پاک سے اللہ کی قدرت — یہ پانچواں مصحف ہے اسنو اس کی حقیقت
سورہ کہیں خط کا تو کہیں خال کی آیت — ہے روئے کتابی سے عیاں خاصۂ رسالت

امت پہ فرستادہ ہے یہ سبط نبیؐ کا
بے شک ہے رسول اہلِ کتاب ابن علیؑ کا

۷۹ آئینہ ہوا اس رخ کے حضور آن کے حیراں — پر تو سے گلِ رخ کے وہ ہو سربہ گریباں
گر سایۂ کاکل سے ہو سنبل تہہِ داماں! — گہ عکسِ لبِ لعل سے ہو کانِ بدخشاں

ناوک ہیں مژہ زخم پہ زخم اُس کو دیا ہے
جوہر نے دلِ آئینہ کو بخیہ کیا ہے

۸۰ اللہ رے تمنائے ضیاءِ رخِ انور — ہے فرض جلائے وطن آئینے کے اوپر
عکسِ رخِ جاں بخش سے آتا ہے یہ باور — آئینہ میں ہے فیض رواں ہر رگِ جوہر

یہ کیا ہے جو آئینہ کو رخ اُن کا جلا دے
چاہے تو یہ آئینہ سکندر کو جلا دے

۸۱ جب روبرو آئینے میں عکس ان کا پڑا ہے — خورشید کے نظارے کو خورشید کھڑا ہے
پھر عکس کے مضموں میں مرا ذہن لڑا ہے — آئینہ ہے کم ظرف یہاں گنج بڑا ہے

آئینے میں اس رو سے زر و سیم کا گھر ہے
دروازے پہ خورشید ہے اور گھر میں قمر ہے

۸۲ خورشیدِ فلک پیشِ جبیں ذرے سے کمتر — ہر ذرے کو عکس اُس کا کرے مہر کا ہمسر
عارض کے قریں ماہِ دو ہفتہ ہے اک اختر — اختر کو جو نور اس کا ملے ہو مہِ انور

دنداں سے خجل ہو کے گہر قطرۂ تر ہو
شبنم کو جو تشبیہ دوں دنداں سے گہر ہو

۸۳ اب چینِ جبیں کی میں بیاں کیا کروں تاثیر — نظارے سے بسمل ہو دلِ دشمنِ شبیرؑ
یہ پشت کماں کرتی ہے کارِ دمِ شمشیر — یہ فوجِ عدو کے لیے ہے موج گلوگیر

سمجھی ہے خرد نقشِ ظفر چینِ جبیں کو
اک چین سے یہ فتح کریں کشورِ چیں کو

۸۴ مصراعِ ہلال ایک تو پیشانیِ اقدس — دو ابرو و اربعِ مژہ پاک مسدس
اک بیت خطِ پشت لبِ لعل سخن رس — اَلْقُدْرَةُ لِلّٰهِ تَعَالٰى وَتَقَدَّسْ،

مصرع تو ہیں نو حسن پر ایک ایک میں سو ہیں
چہرہ فلکِ حسن ہے یہ نو مہِ نو ہیں!

۸۵ پیشانیِ پرنور کی کیا شان کہیں ہم — صانع نے کیا بختِ بلنداں کا مجسم
یہ ماہِ دو ہفتہ ہے کہ ہے نیّرِ اعظم — سجدہ کا نشاں حسن میں اختر سے نہیں کم

اختر کہو اس کو نہ کہو جرمِ قمر کا
خورشید سے پیدا ہے سپیدہ یہ سحر کا

۸۶ ہر نون دو ابرو کا ہے رخسار پہ کیا جاہ — دیتے ہیں مہ و مہر کو بیعانۂ پنجاہ
گو ہو کے یہ پیوستہ ہوئے ایک مگر واہ — قیمت میں مہِ نو سے دو چنداں ہیں یہ واللہ

ابجد سے ہے ثابت کہ یہ رشکِ مہِ نو ہیں
اک نون کے پنجاہ ہیں دو نون کے سو ہیں

۸۷ ہے چشم تو بیمار تو پلکوں سے ہے پیدا — یہ نبض پہ بیمار کے ہے دستِ مسیحا
پرہیز پر اس مردمِ بیمار کا ہے کیا — دنیا میں نہیں دیکھتی ہیں عیب کسی کا

گردش دو طرف چشم کی پلکوں سے عیاں ہے
ہاتھوں کے سہارے پہ یہ بیمار رواں ہے

۸۸ اس مدح سے کچھ دل نہ شگفتہ ہوا میرا — بیمار کی تشبیہ میں صحت نہیں اصلا
ہے ان کو سلیمانیِ اقلیمِ تجلّا — آنکھیں دو سلیماں، تو رخ کشورِ زیبا

سامانِ ترقی کے دو ابرو نے دیے ہیں
دو شاہوں پہ دو بالِ ہما سایہ کیے ہیں

۸۹ ابرو کی طرف ہے رخِ مژگاں تو یہ سمجھو انگشت سے بتلاتے ہیں یا ماہِ نو کو
قربان سراپائے رخِ مسلمِ خوش خو قوسین دو ابرو کے تلے بینیِ نیکو
زخم اس کی محبت کا رفوئے تن و جاں ہے
یہ صانعِ قدرت کا خدنگ دو کماں ہے

۹۰ مابین دو ابرو ہے عیاں بینیِ اطہر دو قبلوں میں پیدا ہے حدِ شرعِ پیمبر
بے دور کوئی شمع ہے جز بینیِ انور؟ اس شمع سے روشن ہے رہِ حسن سراسر
بالائے لب و زیرِ جبیں اس کا گذر ہے
ہے چرخِ چہارم پہ قدم عرش پہ سر ہے

۹۱ ابرو کے تلے دیکھیئے بینی کا نظارا گویا تہہِ محراب اذاں کا ہے اشارا
نون ابروے زیبا ہے، تو عین آنکھ کا تارا ان حرفوں سے بس رمزِ اذاں کھل گیا سارا
لو بعدِ نبی نام پیمبر کے وصی کا
وہ نون نبی کا ہے تو یہ عین علیؑ کا

۹۲ یہ سب تو عبارت ہے، معانی کروں اظہار صانع نے جو یہ روئے کتابی کیا تیار
انگشت رکھی چہرۂ پر نور پہ اک بار دریافت کرے تاکہ صفائی کے وہ آثار
وہ مَس میں ہے لذت کہ سنائی نہیں جاتی
صانع سے اب انگشت اٹھائی نہیں جاتی

۹۳ پیدا شبِ کاکل سے سیہ روزیِ اعدا کہتے ہیں شبِ قدر مگر اس کو احبّا
ہر تارِ نظر خضر اگر دیں مجھے اپنا تب بھی عوضِ زلف نہ اک مو کا ہو سودا
گر مشکِ ختن کہیے، سخن ہے یہ خطا کا
یہ سلسلہ ہے عضو کا وہ مشکِ ختا کا

۹۴ کاکل ہے کہ ہے رشتۂ گلدستۂ رخسار باندھے ہیں لب و رخ سے بہم غنچہ و گلزار
پشتِ لبِ جاں بخش کا خط کاشفِ اسرار ہو رو بہ شفا دیکھ کے اس نسخے کو بیمار
طوطی کو تو آئینہ فقط کرتا ہے گویا
آئینے کو یہ طوطیِ خط کرتا ہے گویا

۹۵ تعریفِ دہن میں تو دہن بستہ ہے میرا اللہ کی صنعت کا ہوا رنگ ہویدا
نکلے دہنِ تنگ سے اِک لفظ نہ اصلا جب تک کہ نہ معنی کی وہ شرکت کرے پیدا
یہ لب نہیں، بالائے دہن بن گیا غنچہ
تھا بس کہ دھن تنگ، سخن بن گیا غنچہ

۹۶ غنچہ نہ کہوں لب کو کہ غنچہ ہے تنگ ظرف عمران کی کشا دِ گرہِ شکر میں ہے صرف
سرخیِ لبِ لعل کا لکھوں اگر اک حرف ہو جائے سیاہی کا قلم غیرتِ شنجرف
گر ذکرِ لبِ لعل کرے کوئی یمن میں
یوں سنگ میں ہو لعل عرق جیسے بدن میں

۹۷ ہے گوہرِ دنداں کا تر و خشک میں شہرا موتی ہیں یہ اس کے کہ جو ہے نور کا دریا
ہے جوش پہ آبِ دُرِ دندانِ مُصفّا پرعکس اُدھر سے ہے اِدھر صاف ہویدا
دُرجِ دہنِ تنگ تو غائب ہے نظر سے
پر گن لیے بتّیس گہر سب نے ادھر سے

۹۸ ہر چند زباں سے خبرِ غیب ہے پیدا دنداں یہ خدا کے دُرِ اسرار ہیں اِلّا
سہواً بھی زباں پر کبھی آتے نہیں اصلا دردا، یہ دُرِ قیمتی اور سنگ کا صدما
کیا داد و ستد ان کی ہے بازارِ قضا میں
گوہر عوضِ سنگ دیے راہِ خدا میں

۹۹ اب چاہِ زنخداں کا سنو تازہ بیاں واہ یوسف کی طرح خضر کو یاں گرنے کی ہے چاہ
حاشا جو کہوں چشمۂ حیواں اسے واللہ یہ چشمہ ہے وہ قطرہ ہے یہ بحر ہے وہ چاہ
ہے کوثر و تسنیم میں جوش اس کی ولا کا
ہر دم چمنِ خلد میں ہے شور ثنا کا

۱۰۰ کیا صبحِ گلو پر ہے گریبان مزیّن نے شب نہ فلک ہے مہِ نو صبح پہ روشن
ناخن ہے سپر دوست کو، خنجر پئے دشمن نائبِ یدِ قدرت کا یدِ معدلت افگن
اس ناخنِ زیبا کی جو شکل اس میں عیاں ہے
آنکھوں ہی پہ دنیا میں ہر ابرو کا مکاں ہے

۱۰۱ سینے کو لکھوں سطحۂ آبِ دُرِ غلطاں   ہے نور سے لبریز یہ سرچشمۂ ایماں
رشتے ہیں قبا کے کہ عیاں موجۂ عرفاں   ظاہر ہے کہ سب رازِ خفی اس میں ہیں پنہاں
اس کو نہ کسی بندۂ آگاہ سے پوچھو
یہ غیب کے اسرار ہیں اللہ سے پوچھو

۱۰۲ نازک شکمِ صاف پہ یوں ناف نمایاں   آئینہ پہ گویا کہ ہے ساکن دُرِ غلطاں
یا زیبِ کفِ دستِ ملک قطرۂ نیساں   یا غنچۂ جنت ہے طبق میں لیے رضواں
رنگ اس کا نرالا ہے کہ صنعت ہے خدا کی
بندے سے ہو کیا وصف یہ قدرت ہے خدا کی

۱۰۳ انگشتِ اشارت جو نہ ہو تیغ کی پیدا   زنہار کمر کا نہ کھلے مجھ سے معمّا
ہے رشتۂ گلدستۂ گلزارِ تمنّا   یا مصحفِ ایماں کا ہے شیرازۂ اجزا
تعریفِ کمر دیکھیے ہو ختم کہاں پر
تحریر میں بال آتا ہے خامے کی زباں پر

۱۰۴ گر بیچ میں ہوئے نہ قدم خاک قدم کا   بینائی میں اور آنکھ میں ہو صلح نہ حاشا
جس رہ میں یہ رکھیں قدم اس رہ میں ہمیشا   سر چھوڑ کے گردوں کو کفِ پا سے ہو پیدا
تا حشر نہیں کھائی یہ مہرِ نو نے قسم ہے
تا روزِ ابد سر ہے مرا اور یہ قدم ہے

۱۰۵ قد کو نہ کہوں سروِ گلستاں کے برابر   یہ مصرعِ بے مثل ہے دیواں کے برابر
عمرِ خضر و اوجِ سلیماں کے برابر   یہ ایک الف ہے ہمیں قرآں کے برابر
ثابت قدمی سے یہ زمیں پر برکت ہے
قرآں میں جس جا ہے الف بے حرکت ہے

۱۰۶ گو عیسیٰ و خورشید فلک پر ہوئے اک جا   دیکھا نہ مگر اوجِ وقارِ قدِ بالا!
انگشت سے کم اس کے مقابل قدِ طوبیٰ   ہے عالمِ بالا سے بھی رتبہ کہیں بالا
یاں تک قدِ بالا کے لیے جلوہ گری ہے
کرسی تہہِ پا عرشِ معظّم نے دھری ہے

۱۰۷ دیکھو سرِ اعلیٰ پہ ذرا خود کا عالم   یہ سایۂ افضالِ الٰہی ہے مجسّم
تن حسن کا شعلہ ہے زرہ اس کے ہے باہم   ہے ڈھال کہ یہ دودِ زرہ اٹھتا ہے کم کم
یہ ہو زرہِ نور میں کب نام دخاں کا
ہے کاغذِ ابری پہ رقم سورۂ دخاں کا

۱۰۸ ہر ساکنِ کعبہ کا ہے یہ قول سپر پر   یہ تو حجرالاسودِ کعبہ ہے مقرّر
یہ پھول نہیں داغِ عزا چار ہیں یکسر   داغِ نبیؐ و فاطمہؑ و حیدرؑ و شبرؑ
دل وصفِ سپر میں ہے مرا جوش کے اوپر
اللہ کا ہے ابرِ کرم دوش کے اوپر

۱۰۹ گر خطِ شعاعی کی طرح لاکھ زباں ہو   نیزے کی تجلّی کا نہ اک شمّہ بیاں ہو
جس انجمنِ رزم میں یہ شمعِ سناں ہو   پروانۂ پر سوختہ ہر طائرِ جاں ہو
ذکرِ صفتِ تیر و کماں وردِ ملک ہے
ناوک ہے شہاب اور کماں ان کی فلک ہے

۱۱۰ محرابِ عبادت ہے کماں آپ کی گویا   کرتی ہے جہاں قوسِ قزح شوق کا سجدہ
بندھتا ہے بنا چلّہ اسی سے تو ہمیشا   خالی مگر اس سے جو ہوا گوشۂ دنیا
محرابِ حرم پشت بدیوار ہے غم سے
ابرو کی کمانیں ہیں سیہ پوش الم سے

۱۱۱ تلوار وہ ہے اس سے جو تشبیہ کا دھیان آئے   خوں مردمِ آبی کا ہر اک موج سے ہو جائے
طوفان اٹھے جا کے جو ساحل پہ یہ لہرائے   دریا کے سوا خشک زمیں پھر نہ کوئی پائے
معدوم ہوں چڑھ سکتے نہیں پھر نظروں پر
چل جائے جو اک دار حبابوں کے سروں پر

۱۱۲ نقدِ دمِ شمشیر کمر میں عوضِ زر   اس نقدِ رواں سے ہے کمر گنج سے بہتر
ہے نام شجاعت کا یہی زر مقرّر   جو ڈالتا ہے سکۂ زر قلبِ عدو پر
مل جاتی ہے آب اس کی ہر اک رنگ کے اندر
جو گنج میں ہے زر وہ ہے جنگ کے اندر

۱۱۳ کیا وصف ہو توسن کا، ٹھہرتے نہیں مضموں   اِقبالِ ہما طالعِ عنقا ہے یہ گلگوں
بے صبر و تحمل ہے مثالِ دلِ مجنوں   نعلوں کی ضیا ابروئے لیلےٰ سے ہے افزوں
سرعت کی جو قسمت ہوئی منظور قضا کو
نہ جزو تو اس کو دیئے اک جزو ہوا کو

۱۱۴ ہیں شش جہت اس توسنِ بیباک سے ششدر   سقفِ کہنِ چرخ کو گر پڑنے کا ہے ڈر
مثلِ نفسِ سینہ یہ دنیا میں ہے مضطر   اک پاؤں جو باہر ہے تو اک پاؤں ہے اندر
ڈھونڈو تو بھلا، نقشِ سُمِ نعل کہیں ہے؟
دنیا میں جگہ پاؤں کے رکھنے کی نہیں ہے

۱۱۵ یہ چست، اجل سست، وہ پیر اور یہ جواں ہے   گردوں صفتِ گرد سدا پیچھے رواں ہے
محتاج بیاں کی نہیں جو بات عیاں ہے   دیکھو شررِ و برق کی صورت یہ کہاں ہے
سرعت یہ ہے گر آئینہ خانے میں رواں ہو
ہرگز نہ کسی آئینہ میں عکس عیاں ہو

۱۱۶ غصّے سے جو سرخ آنکھ ہوا اس کی دمِ جولاں   آشوب سے ہو دورِ فلک دست و گریباں
گُرِسن کے صدا صور کی دوڑے سرِ میداں   اٹھے ہی قدم فتنۂ محشر ہو گریزاں!
کا وسِ تحیّر ہو نہ کیوں چرخِ بریں کو
یہ مثلِ فلک چرخ میں لاتا ہے زمیں کو

۱۱۷ کیوں مومنو! تصویرِ ہر اول نظر آئی؟   پڑھتا ہے رجز آخری اب حق کا فدائی
یارو میں پیمبر کے نواسے کا ہوں بھائی   گھر بار چھٹا یاں ہوئی بچوں سے جدائی
اب یہ تو کہو مجھ کو تو بے جان کروگے
شبّیرؑ کو بھی کیا یوں ہی مہمان کروگے؟

۱۱۸ وہ بولے کہاں اُن کی ضیافت کا ہے ساماں   جب تک کہ کئی لاکھ نہ ہوں خنجرِ بُرّاں
مسلم نے کہا دل میں کہ ہے ظلم کا طوفاں   شبّیر تری جان کا اللہ نگہباں
حملہ کیا بے دینوں نے اُس فخرِ ملک پر
جنبش میں زمیں آئی، گئی گرد فلک پر

۱۱۹ پُر گرد جو معلوم ہوا گنبدِ گرداں   اَبرِ دمِ شمشیر سے مسلم نے کہا: ہاں
اس طرح وہ برسا کہ اٹھا خوں کا طوفاں   مطلع بھی ہوا صاف ہوئی گرد بھی پنہاں
پھولی تھی شفق چار طرف خونِ عدو سے
دامانِ ہوا سرخ تھا لشکر کے لہو سے

۱۲۰ اک حملے میں مارا جو چلی وہ پنج کو اک بار   دیوار پہ دیوار صفت چڑھ گئے کفار
ہمت جو ہوئی پست گئے بام پہ اشرار   آتش تھی کہیں جمع، کہیں سنگ کے انبار
لرزاں صفتِ پیر نمودار جواں تھے!
دیواروں پہ انبوہ تھا جنبش میں مکاں تھے!

۱۲۱ برسانے لگے آگ عدو طیش میں آکے   مسلم پہ کبھی پھینکتے تھے سنگ اٹھا کے
یاں ولولے میں نعرے تھے "یا شیرِ خدا" کے   دیوار ہٹا دیتے تھے گھوڑے کو بڑھا کے
جا پڑتا تھا جب ہاتھ کمر بستہ عدو پر
رستے سے اسے پھینکتے تھے بام کے اوپر

۱۲۲ یاں سے تو سرِ بام بدن جاتا تھا تنہا   پر گرتے تھے ساتھ اس کے وہاں سینکڑوں اعدا
کو فر تہہ و بالا ہوا اک حشر تھا برپا   دیوار نشینوں پہ جو فرماتے تھے حملہ
دیوار سرک جاتی تھی کفار سے پہلے
گرتی تھیں صفیں خاک پہ دیوار سے پہلے

۱۲۳ سیلابِ دمِ تیغ کی تھی چار طرف گشت   آبادیِ کوفہ ہوئی ویراں صفتِ دشت
کیا بام سے رسوائیِ اعدا کا گرا طشت   گر چار گرے تیغ نے رستے ہی کیے ہشت
ناری ہی نہ تنہا خطرِ جنگ سے تھے دور
شر دور شرر سے تو شرر سنگ سے تھے دور

۱۲۴ اعجاز خلیل الٰہی شہ نے دکھایا   دامن کو کفِ شعلۂ آتش نے نہ پایا
کاکل کی طرح سے جو دھواں گردِ سر آیا   سرسبزیِ قامت نے اسے سرو بنایا
سب تارِ شرر حافظِ ملبوس لقا تھے
آتش تھی شفق رنگ، یہ خورشید لقا تھے

۱۲۵ چھالے تنِ نازک پہ نظر آتے تھے صدہا — روشن فلکِ زر پہ تھا عقدِ ثریا !
یارشتۂ[۶۵] حباب آپ کے ہر عضو نے پہنا — تھے صاف گہر قلزمِ رحمت کے ہویدا

رشتے کے عوض ہر رگِ تن پیشِ نظر تھی
اعضا کے لیے شکر کو تسبیح گہر تھی

۱۲۶ ان آبلوں میں گرمِ عنانی[۶۶] کا یہ تھا حال — دشمن کو رکابوں کی طرح کرنے تھے پامال
چار آئینوں میں سر سے سوا پڑ گئے تھے بال — خورشید تھا زرد آپ کا غصے سے تھا منہ لال

کیسے نہ کرن سامنے گُشتے جو پڑے تھے
ڈر سے تنِ خورشید کے بھی بال کھڑے تھے

۱۲۷ نیزہ کہیں مرکز جو ہوا گاف جگر کا — پھر تیر کمر سے بھی کھلا میمِ کمر کا
اعدا کی کماں سے الفِ تیر بھی سرکا — سر برنہ دمِ جنگ ہوا سینِ سپر کا

حیران تھی زرہ دبدبۂ شیر سے رن میں
قبضے نے رکھی تیغ سے انگشت دہن میں[۶۷]

۱۲۸ دریا یہ چڑھا ظالموں کے خون کا اک بار — راہیں ہوئیں تر، پا لگئیں اُس میں ہوئے رہوار
ملاحِ اجل تیغ کی کشتی لیے تیار — جنبش میں تھی اُس پار یہ کشتی کبھی اس پار

پل بن گئے توسن کہ عدو جی سے گذر جائیں
اسواروں کے تن تیغ کی کشتی پہ اتر جائیں

۱۲۹ تنہا نہ سرِ فوج میں یکسر ہوا ارعشا — روئیں[۶۸] تنوں کی روحیں بھی روئیں دمِ ہیجا
ایماں کی ضیا کفر کی ظلمت سے تھی پیدا — ورنہ یہ نشاں نام کو بھی رکھتے نہ اُس کا

تھی خوف کے افراط سے جاں تنگ دلوں میں
تھا مثلِ شرر کفر چھپا سنگ دلوں میں

۱۳۰ اس ڈھنگ سے لڑتا رہا وان نائبِ شبیر — بادل کی طرح چھائے ہوئے ظالمِ بے پیر
ہاتھوں میں لیے برچھیاں چلّوں میں لیے تیر — پڑنے لگی مظلوم پہ شمشیر پہ شمشیر !

پر واہ ری جرأت کہ لڑے جاتے تھے مسلم
لڑتے بھی تھے اور زخم بدن کھاتے تھے مسلم

۱۳۱ سن کر یہ خبر حاکم کوفہ ہوا دل تنگ — فوج اس نے اُدھر اور روانہ کی پئے جنگ
پھر تھی وہی آتش، وہی بیداد، وہی سنگ — مسلم کا کفن خوں سے بالکل ہوا گل رنگ

جب زخمِ سناں کھاتے تھے خوش ہوتے تھے مسلم
زہرا کے مسافر کے لیے روتے تھے مسلم

۱۳۲ ناگہ لب و دنداں پہ لگا سنگِ جفاکار — منہ گھوڑے سے پھیر اکے لہو ڈالا کئی بار
پر دبدبہ یہ تھا کہ نہ پاس آتے تھے کفار — آخر کو دغا سے یہ پکارے وہ ستمگار

پھر لڑنا، ذرا پوچھ لو بھائی کی خبر کو
وہ ناقہ سوار آتا ہے یثرب سے ادھر کو

۱۳۳ مدت سے سنا تھا جو نہ حال شہِ والا — یہ سنتے ہی بے ساختہ تلوار کو روکا
پر منہ کے پھراتے ہی اجل نے کیا مجرا[۶۹] — برچھی تو کلیجے میں تھی، برچھی میں کلیجا

منہ سوئے نجف کر کے کہا اپنے چچا سے
مظلوم بھتیجے کو ترے مارا دغا سے

۱۳۴ یہ کہتے ہی غش ہو گئے گھوڑے سے گرے ہائے — مظلوم کو ظالم درِ حاکم پہ اٹھا لائے
مسلم پہ وہاں پیاس کا غلبہ ہوا ہائے — دروازے پہ پانی کے ظروف اُن کو نظر آئے

دربانوں کو دکھلا کے زباں بولا وہ پیاسا
مہماں ہوں اور پیاسا ہوں، پانی دو ذرا سا

۱۳۵ لکھتے ہیں کہ کہنے لگا اک ظالمِ گمراہ ! — کیا سرد و خنک پانی یہ خوش ذائقہ ہے واہ
پر، تو کبھی اس پانی کے قابل نہیں واللہ — ساغر لیے طوعہ وہاں وارد ہوئی ناگاہ

روتی تھی کہ تم بھوکے ہو کل رات سے آقا
لو پانی پیو خادمہ کے ہات سے آقا

۱۳۶ پھر طوعہ نے ہونٹوں سے لگایا وہ پیالا — پینے جو لگے، منہ سے لہو پانی میں ڈالا
دنداں بھی گرے، جام بنا خوں کا تھالا — رو رو کے پکارے ملکِ عالمِ بالا

اب ساقیِ کوثر تمھیں سیراب کریں گے
پیاسے مرو، شبیر بھی پیاسے ہی مریں گے

۱۳۷ القصہ کہ حاکم نے حضور اپنے بلایا — اور وہ کلمۂ سخت ستم گر نے سنایا
جس سے نے لحدِ احمدِ مرسل کو ہلایا — مسلم نے مَلا ہاتھوں کو رونا بہت آیا
حاکم نے کہا: قبر میں بھی ہاتھ ملے گا
اب خنجرِ بے داد مرا تجھ پہ چلے گا

۱۳۸ فرمایا کہ حاشا جو تأسفؔ ہو کچھ اپنا — رخصت دے عمر کو کہ وصی ہوئے وہ میرا
للہ دوات و قلم اس وقت تو منگوا — کچھ مجھ کو مدینے کے مسافر کو ہے لکھنا
تحریر فقط حال کی منظور ہے مجھ کو
بھجوانے نہ بھجوانے کا مقدور ہے تجھ کو

۱۳۹ حاکم کا جو فرماں عمرِ سعد نے پایا! — تب لے کے وہ قرطاسؔ و دوات و قلم آیا
مسلم نے لہو زخموں کا کاغذ پہ لگایا — اور بہرِ رقم ہاتھ میں خامے کو اٹھایا
لکھا شہِ والا کو کہ کیا حال رقم ہو
اغلب ہے کہ خط لکھنے میں سر تن سے قلم ہو

۱۴۰ ذی حج کی نویں، عرفے کا دن قتل کا ساماں — پر عید یہ ہے آپ پہ ہوتا ہوں میں قرباں
شہزادوں کا اور شاہ کا اللہ نگہباں — کرتا ہوں رُقیہؔ کی سفارش بہ دل و جاں
کڑھ کڑھ کے مرے غم میں نہ دم اس کا نکل جائے
صدقے میں سکینہ کے رقیہ مری پل جائے

۱۴۱ بیوہ ہے مری خواہرِ عباسؔ دلاور — وہ مرتبہ داں خود ہے، یہ کہہ دینا مقرّر
روئے مجھے تو بانوئے شبیرؔ سے چھپ کر — ایسا نہ ہو شرمندہ ہو کچھ بانوئے سرور
عباسؔ دلاور کے برابر میں نہیں ہوں
بانو کی وہ لونڈی، میں غلام شہِ دیں ہوں

۱۴۲ روداد بہت، وقفہ ہے کم اے شاہِ خوش انجام — جلاد مرے سر پہ ہے کھینچے ہوئے صمصامؔ
بس میرا یہی خط ہے، یہی آخری پیغام — اب کوفے میں آنے کا بھی لینا نہ کبھی نام
خط پہلے طلب کا جو برادر نے لکھا ہے
میں نے نہیں لکھا ہے، مقدر نے لکھا ہے

۱۴۳ تقصیر ہوئی، بخشیو، لکھنے پہ نہ جانا — کیا جانتا تھا خوں کا پیاسا ہے زمانہ
باللہ دغا ہے، یہاں للہ نہ آنا — اور خیر، جو تم آنا تو زینبؑ کو نہ لانا
لاؤ گے تو وہ نرغۂ اعدا میں گھرے گی
سر ننگے بہن آپ کی بلوے میں پھرے گی

۱۴۴ خط لکھ کے عمر کو دیا اور بولے یہ آقا — تو قوم قریشی سے ہے، ہم قوم ہے میرا
بھجوانا یہ مکتوب جہاں ہوں شہِ والا — اور قرض مرا تیغ و زرہ بیچ کے دینا
گو تیری خیانتؔ کا مرے دل کو یقیں ہے
پر کیا کروں بے کس ہوں، مرا کوئی نہیں ہے

۱۴۵ حمران کے فرزند سے حاکم ہوا گویا — اب دیر نہ کر، بام پہ مسلم کو تو لے جا
لٹکا دے درِ کوفہ میں سر کاٹ کے اُس کا — اور بام سے بالائے زمیں پھینک دے لاشا
ہاں باندھ کے پھر لاش کے پاؤں میں رسن کر
تشہیر کر مسلمِ آوارہ وطن کو

۱۴۶ جلّاد نے تب بازوئے مسلم کو لیا تھام — ساتھ اس کے غریبی سے چلے مسلمِ ناکام
ہر زینے پہ معراجِ شہادت ملی ہر گام — اور بام پہ جا کر ہوئے خورشیدِ لبِ بام
چپ بیٹھے تھے مسلم وہاں صمصام کے نیچے
تھی خلق تماشے کو کھڑی بام کے نیچے

۱۴۷ ڈر کر کوئی کہتا تھا: پناہ اے مرے اللہ — مہماں سے کوئی بھی یہ کرتا ہے سلوک، آہ
سمجھے ہیں حنا عید کی، سیّد کا لہو، واہ — حاجی کا گلا کاٹتے ہیں عرفے کو بدخواہ؟
کہتا تھا لرز کر کوئی کیا قہر ہے، یا حق
اک بندۂ بے کس پہ چھری چلتی ہے ناحق

۱۴۸ تب دھیان میں شبیرؔ کے مسلم یہ پکارے — کیسے میں ہو یا راہ میں؟ صدقے میں تمہارے
اب کٹتا ہے سر، لوگ تماشائی ہیں سارے — دیکھو مرے آقا! مری حسرت کے نظارے
اعجاز سے پردے مری آنکھوں سے اٹھا دو
یا سبطِ نبیؐ آخری دیدار دکھا دو

۱۴۹ کعبے سے اسی روز روانہ ہوئے تھے شاہ — مسلم تو لبِ گور تھے شبیرؑ سرِ راہ
جبریل نے کوفے کی زمیں سے کہا ناگاہ — ہاں حکم خدا سے تو بلند اتنی ہو واللہ
مسلم شہِ مظلوم کی تصویر کو دیکھے!
شبیرؑ اُسے دیکھے یہ شبیر کو دیکھے!

۱۵۰ کوفے کی زمیں نے سرِ رفعت کیا پیدا — پر ساری زمینوں پہ ہوا زلزلہ برپا
چلنے سے رکا راہ میں اسپِ شہِ والا — اور تھم گئے سب اشترِ ذرّیتِ زہراؑ
ہاتف نے ندا دی یہ پیمبرؐ کے خلف کو
یا سبطِ نبی! دیکھیے کوفے کی طرف کو

۱۵۱ کوفے کی طرف شاہ نے منہ اپنا پھرایا — سیدانیوں نے محملوں سے پردہ اٹھایا
اللہ نے مسلم کا جمال اُن کو دکھایا — بیٹھا ہوا تلوار کے نیچے نظر آیا
پیہم تھی نظاروں میں صدا "ہائے اُخی" کی
یاں فاطمہؑ روتی تھی وہاں روحِ علیؑ کی

۱۵۲ چہروں پہ طمانچے حرمِ شہ نے لگائے — ملنے کے لیے ہاتھ رقیہؑ نے بڑھائے
چلائی کہ لو اماں، وہ بابا نظر آئے — سب کہتے تھے بابا نے وہاں شہر بسائے
ننھے فرش پہ، نے سایۂ دیوار کے نیچے
بابا تو مرے بیٹھے ہیں تلوار کے نیچے

۱۵۳ کیا روتے ہو لوگو مرے بابا کو پکارو — لے جا کے رقیہؑ کو پدر پر کوئی وارو
زینب پھوپھی اشتر سے مجھے جلد اتارو — یا حضرتِ عباسؑ! حمایت کو سدھارو
بھیا علی اکبر! یہ بہن تیری بلا لے
لونڈی ہوں میں تیری، مرے بابا کو بچا لے

۱۵۴ پھر پیٹ کے سر ننھا سا حضرت کو پکاری — فریاد، چچا جان، دہائی ہے تمہاری
ذات آپ کی ہے عُقدہ کشا سب کی میں واری — اصغرؑ کے لیے دیکھو صغیری یہ ہماری
دیتی ہوں سکینہ کی قسم جا کے بچا لو!
بابا کو مرے تیغ کے نیچے سے نکالو!

۱۵۵ شبیر پکارے: ترا بابا ہے بہت دور — پر خالقِ مختار کو اب یوں ہوا منظور
قاتل سے وہاں کہنے لگے مسلمِ رنجور — حسرت مری پوری ہوئی اے ظالمِ مقہور
اب کاٹ لے سر کو یہی مرنے کا مزا ہے
آقا مرا اس وقت مجھے دیکھ رہا ہے

۱۵۶ قاتل نے لگائی سرِ مسلم پہ جو شمشیر — سر کٹ کے پکارا "میں فدائے سرِ شبیرؑ"
کوٹھے سے گرایا جو تنِ مسلمِ دل گیر — "یا حیدرِ کرار" کہا اور کہی تکبیر
قطرے تو گرے خون کے دامانِ نبیؐ میں
سر گود میں زہراؑ کی، تن آغوشِ علیؑ میں

۱۵۷ سر پیٹنے کی جا ہے گرا جب کہ وہ لاشا — موجود تھے حاکم کی طرف سے وہاں اعدا
میں کیا کہوں اک اک نے دی جو لاش کو ایذا — پھر لاش کے پاؤں میں غرض رسی کو باندھا
پہلے اسے دربارِ ستم گار میں لائے
پھر کھینچتے ہر کوچہ و بازار میں لائے

۱۵۸ پر لاش کو کوچوں میں پھراتے تھے جو بدخواہ — رونے کی فرشتوں کی صدا آتی تھی، واللہ
اک بی بی بھی پوشیدہ تھی اس لاش کے ہمراہ — چلاتی تھی وہ "وا ولدی، وا ولدی" آہ
جب پوچھتا تھا کوئی کہ یہ کس کی صدا ہے؟
کہتی تھی زمیں: فاطمہؑ مشغولِ بکا ہے

۱۵۹ مظلومیِ مسلم پہ دبیرؔ اب تو بُکا کر — اس مرثیہ کو ہاتھوں پہ رکھ اور یہ دعا کر
مقبول یہ ہدیہ مرا اے بارِ خدا کر — ہر لحظہ مجھے قوتِ تصنیف عطا کر
گو دزدِ سخن سرقہ کرے میرے بیاں سے
مُلکِ سخنِ تازہ میں لوں تیغِ زباں سے